قربانی: مسلمان بناتی ہے ★

خرم مرادؒ

قربانی، اس لفظ کے کیا معنی ہیں؟

وسیع تر مفہوم میں 'قربانی' کا مطلب ہے اپنی قیمتی اور محبوب چیزوں سے دست بردار ہوجانا۔ یہ چیزیں وقت، دولت اور زندگی جیسی چیزیں بھی ہوسکتی ہیں جنھیں محسوس کیا جاسکتا ہے، جنھیں شمار کیا جاسکتا ہے۔ یا احساسات، رویّے، مسلک و موقف اور تمناؤں، جیسی اشیا بھی ہوسکتی ہیں کہ جن کو محسوس کیا جاسکتا ہے نہ ناپا تولا جاسکتا ہے۔ ان چیزوں کی قربانی کسی ایسی چیز کے حصول کی خاطر دی جاتی ہے جو ان سے زیادہ قیمتی، زیادہ اہم یا زیادہ ضروری ہو۔ یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ بنیادی طور پر قربانی کا مطلب ہے خدا کے حضور کسی جانور یا انسان کا ذبیحہ بطورِ نذر پیش کرنا، اور یوں اپنی ملکیت میں سے کوئی چیز خدا کی نذر کرنا۔

لغتِ قرآنی میں بالکل ٹھیک ٹھیک 'قربانی' کا ہم معنی لفظ تلاش کرنا دُشوار ہے، جس کا ایسا ہی وسیع ادبی استعمال بھی ہو۔ معنی کے لحاظ سے قریب ترین لفظ غالباً **نُسُک** ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانعام ۶:۱۶۲)

کہو، میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ ربُّ العالمین کے لیے ہے۔

بہرکیف 'انفاق' بنیادی اہمیت کا حامل ایک ایسا داعیہ ہے جس پر قرآن میں باربار زور دیا گیا ہے۔ قرآن میں متعدد مقامات پر کہا گیا ہے کہ: 'جو رزق ہم نے اُن کو دیا ہے' اُس میں سے

★ خرم مراد کی انگریزی کتاب Sacrifice کا ایک باب۔ ترجمہ: احمد حاطب صدیقی

خرچ کرنا ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ 'انفاق' کو ایمان کی بنیاد پر بسر کی جانے والی زندگی کی صورت گری کرنے، اس کی محافظت کرنے اور اس کو سہارا فراہم کرنے کے لیے کافی قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کے دیے ہوئے مال و اسباب میں، جو انسان کو خرچ کرنا ہے، ہر وہ چیز شامل ہے جو اُس کی ملکیت میں ہے، خواہ وہ مادّی شے ہو یا غیر مادّی۔ قرآن میں ایک مقام پر تقویٰ (بُرے کاموں سے پرہیز) اور تصدیق (قبولیتِ حق) کے ساتھ 'انفاق' کو وہ سب کچھ قرار دیا ہے جو اچھی' نیک زندگی کی تشکیلی صفات کے لیے درکار ہے:

> اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ (الیل ۹۲: ۴ تا ۱۰) درحقیقت تم لوگوں کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں۔ تو جس نے (راہِ خدا میں) مال دیا اور تقویٰ اختیار کیا، اور حق کی تصدیق کی، اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور اپنے آپ کو مستغنی (خود کفیل) سمجھا اور حق کا انکار کیا اُس کو ہم سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے۔

قربانی ایسا جوہر ہے جس سے عام انسانی زندگیاں بھی عمدہ اور کامیاب بن جاتی ہیں۔ اس کے بغیر زندگی امن، ہم آہنگی اور امدادِ باہمی سے محروم رہے گی، تنازعات اور اختلافات سے پُر ہوگی، نفسانی خواہشات کی فی الفور تسکین، خود غرضی اور حرص و طمع کا شکار ہوگی۔ علاوہ ازیں کوئی خاندان یا برادری بھی اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے نہ اُس میں یک جہتی اور استحکام پیدا ہوسکتا ہے جب تک اُس کے ارکان اپنی طرف سے کچھ قربانی نہ دیں۔ کوئی انسانی جدوجہد اپنا ہدف حاصل کرنے میں اُس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک وہ اپنی قیمتی اور محبوب چیزوں کی قربانی نہ دے۔

جو کلیہ عام انسانی زندگی اور عام انسانی جدوجہد پر صادق آتا ہے، خواہ اُس جدوجہد کی اہمیت اور نوعیت کیسی ہی کیوں نہ ہو، یقیناً وہ کلیہ اسلامی زندگی پر زیادہ صادق آئے گا، کیوں کہ اسلام کا سادہ سا مطلب یہ ہے کہ محض تھوڑا سا مال و متاع نہیں، بلکہ اپنی پوری زندگی اللہ کے سپرد کردی جائے۔ ہم اپنے موجودہ زمانے کی زبان میں بات کریں تو اسلامی زندگی اعلیٰ ترین قربانی کی

زندگی ہے۔ اسلامی زندگی ایسی جدوجہد کا تقاضا کرتی ہے جسے مسلسل اور متواتر جاری رہنا چاہیے تاکہ اسلام ظاہر و باطن میں حقیقتاً رچ بس جائے اور ایک زندہ حقیقت بن جائے۔

قربانی سے ایمان کی نشوونما ہے، اس کے بغیر ایمان کے ننھے منے بیج سے ایسے تناور اور سرسبز وشاداب درخت پروان نہیں چڑھیں گے جو بے شمار انسانی کاروانوں کو چھاؤں اور پھل فراہم کریں (ابراھیم ۱۴: ۲۴-۲۵)۔ اِسے ایسا باوفا ہمدم و رفیق بن جانا چاہیے جس کے بغیر راہِ جہاد طے نہ کی جاسکے، کیوں کہ اس راستے میں صحراے ناپیدا کنار بھی پھیلے ہوئے ہیں اور منزل تک پہنچنے کی راہ میں بلند و بالا پہاڑ بھی حائل ہیں (التوبہ ۹: ۲۴)۔ قربانی اُن کنجیوں میں سے ایک کُنجی ہے جس کے بغیر بند دروازے کھل نہیں سکتے۔ (البقرہ ۲: ۲۱۴)

خواہ روحانی و اخلاقی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے کیا جانے والا سفر ذاتی ہو یا زندگی اور معاشرے کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے (ایک خدا کے آگے سرِتسلیم خم کردینے) کے لیے کیا جانے والا سماجی سفر، یہ کلیہ دونوں پر صادق آتا ہے۔ اور یہی کلیہ اُس صورت میں بھی صادق آتا ہے جب یہ دونوں راہیں انتہائی چاہت کے ساتھ ایک دوسرے میں ضم ہوجاتی ہیں۔ منزل جتنی عظیم اور بلند ہوگی، راستہ اُتنا ہی کٹھن اور دشوار ہوگا۔

اب تک آپ کو اندازہ ہوچکا ہوگا کہ قربانی کا موضوع کتنا وسیع ہے۔ اسی موضوع سے مضبوطی کے ساتھ گُندھا ہوا اتنا ہی وسیع اور اتنا ہی اہم موضوع 'ابتلا و آزمایش' کا اور 'صبر' کا ہے۔ اس موضوع کو لامتناہی طور پر پھیلایا جاسکتا ہے مگر میرا مقصد اس کا مکمل احاطہ کرنا نہیں ہے۔ اس معروف موضوع کے بہت سے پہلوؤں سے آپ خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ چنانچہ میں اِس موضوع کے صرف ایسے پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کروں گا جو میری نظر میں زیادہ توجہ کے مستحق ہیں یا ہمارے موجودہ حالات سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

اسلام: جدوجہد کا راستہ

سب سے پہلے ہمیں مختصراً ایک اہم سوال پر نظر ڈالنی چاہیے۔ آخر اسلام کا نظریۂ جدوجہد سے اِس قدر گہرا تعلق کیوں ہے؟ دونوں میں کیا ربط ہے؟ کیا کوئی شخص اپنے آپ کو کسی ایسی جدوجہد میں مشغول کیے بغیر اچھا مسلمان نہیں بن سکتا جس کا لازمی تقاضا قربانی ہے؟ جواب ہے:

''نہیں!'' اور اس کے بین دلائل ہیں۔

اسلام پوری زندگی میں محض ایک بار کلمہ پڑھ لینے کا نام نہیں ہے۔ کلمہ طیبہ کائناتی وسعتیں رکھتا ہے۔ پوری زندگی اور تمام دُنیا کو جڑ بنیاد سے از سرِنو منظم کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ کلمہ محض اپنے عقیدے کا زبانی اعلان نہیں ہے۔ ایسی شہادت دینے کا عمل ہے جو پوری زندگی کو عقیدے کی جیتی جاگتی اور مسلسل گواہی میں بدل کر رکھ دے۔ آپ کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام میں داخل تو ہوجاتے ہیں۔ مگر مسلمان بن کر جینے کے لیے آپ کو مستقلاً گواہی دیتے رہنا پڑے گا (البقرہ ۲: ۱۴۳، الحج ۲۲: ۷۸)۔ مسلسل گواہی دیتے رہنے سے اپنی ذات کے اندر اور اپنی ذات سے باہر کے جھوٹے خداؤں سے آپ کی کبھی نہ ختم ہونے والی محاذ آرائی شروع ہوجائے گی۔ اپنی گواہی کی توثیق و تصدیق کرنے کے لیے آپ کو اپنے آپ اور معاشرے میں تبدیلی لانے کے لیے جہدِ مسلسل بھی کرتے رہنا ہوگا۔

لہٰذا مسلمان رہنے کے لیے مسلمان بننا ضروری ہے۔ ایمان کا بیج دل میں بوئے جانے کے بعد، مسلمان بننا ایک دوہرا عمل ہے۔ ایک طرف اپنے آپ کو اور دوسری طرف تمام انسانیت کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی اختیار کرنے کی دعوت دینا ـــــ یہ دونوں کام باہم گتھے ہوئے ہیں اور دونوں کام بہ یک وقت کرنے ہیں۔

تمام انسانوں کو دعوت دینا کوئی ٹھنڈا ٹھار زبانی بلاوا نہیں۔ یہ ایک فعال اور متحرک سرگرمی ہے، ایک تحریک ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ تمام میسر وسائل کی مدد سے ایک ایسے جہاد کا آغاز کیا جائے جو مطلق العنانیت کے جھوٹے دعوے داروں کو تخت سے اُتار پھینکے، جابروں، ستم گروں اور بدعنوانوں سے اُن کی طاقت سلب کرلے اور انسانوں کے درمیان عدل قائم کردے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی زندگی کی ابتدا ہی میں اعلان فرما دیا تھا کہ: تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ایک شخص کو پکڑ کر لایا جاتا، اور ایک گڑھا کھود کر اُسے گڑھے میں ڈال دیا جاتا، پھر ایک آری لاکر اُس کے سر پر رکھی جاتی اور اُس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا، لوہے کی کنگھیوں سے اُس کا گوشت ہڈیوں سے جدا کر دیا جاتا، اس کے باوجود کوئی چیز اُسے اُس کے دین سے پھیر نہیں سکتی تھی۔ خدا کی قسم! میں اپنا مشن پورا کر کے چھوڑوں گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعا

سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اُسے خدا کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا، اور کوئی اندیشہ اُس کے دل میں نہیں آئے گا سوائے اِس کے کہ کہیں کوئی بھیڑیا اُس کے مویشیوں کو نقصان پہنچا دے۔ (بخاری)

پس اسلام کا راستہ جدوجہد کے راستے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہوسکتا، لہٰذا یہ قربانی کی راہ ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کیا اسلام عطیۂ الٰہی نہیں ہے؟ یقینا ہے۔ اللہ کی مدد اور اُس کی دست گیری کے بغیر ہم صراطِ مستقیم کی طرف، جو اسلام کا راستہ ہے، ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکتے۔ اس کے باوجود ہم صرف اپنے اخلاصِ نیت اور اپنی مخلصانہ جدوجہد ہی کے ذریعے سے اس انتہائی قیمتی عطیے کو حاصل کرنے، اسے قائم و دائم رکھنے، اس کے زیرسایہ نشوونما پانے اور اس سے ملنے والے تمام فوائد سمیٹنے کے حق دار بن سکتے ہیں۔ اللہ کا یہ انعام، کوئی شک نہیں کہ، اُس کی بے پایاں رحمتوں اور اُس کے کرم ہی سے ملتا ہے، مگر غیر مشروط نہیں، کہ کوئی مانگے یا نہ مانگے، کوشش کرے یا نہ کرے اُسے مل جائے۔ اس طرح تو یہ ایک سستی سی بے قیمت چیز بن جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (الشوریٰ ۴۲: ۱۳) وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دکھاتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرے۔

رجوع الی اللہ کے لیے نیت اور کوشش دونوں لازم ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک خدا کے سوا تمام جھوٹے خداؤں سے مُنھ موڑ لیا جائے۔ یہ عمل مکمل طور پر اپنا رُخ پھیر لینے کا عمل ہے، اندر سے بھی اور باہر سے بھی۔ اِس راہ پر مزید پیش قدمی کا انحصار جدوجہد پر ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت ۲۹: ۶۸) جو لوگ ہماری خاطر سخت جدوجہد کریں گے اُنھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے۔

جدوجہد: ایک ناگزیر کلید

تو یہ ہے اللہ کی سنت۔ صرف اسلام ہی کے معاملے میں نہیں بلکہ ہماری زندگی کی اُن تمام انمول نعمتوں کے معاملے میں بھی، جن سے ہمیں نوازا گیا ہے۔ ذرا ان میں سے چند پر نظر ڈالیے: یہ آنکھیں جن سے ہم دیکھتے ہیں، یہ کان جن سے ہم سنتے ہیں، یہ ہاتھ پاؤں جن کی مدد سے ہم

اپنے کام کاج کرتے ہیں، یہ ہوا جس میں ہم سانس لیتے ہیں، یہ پانی جس سے ہم اپنی پیاس بجھاتے ہیں، جس کے بغیر زندگی اپنا وجود بھی برقرار نہیں رکھ سکتی ـــــ ان تمام چیزوں کو ہم نے نہیں پیدا کیا، نہ ہم چاہیں تو پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ سب چیزیں ہمیں بے مانگے مل جاتی ہیں، ہمارا ان پر کوئی موروثی دعویٰ نہیں، نہ یہ ہماری ناقابلِ انتقال ملکیت میں ہیں۔ یہ سب کی سب نعمتیں ہمیں اللہ کے فضل وکرم سے نصیب ہوئی ہیں۔ اس کے باوجود انھیں اپنے استعمال میں رکھنے اور ان سے ملنے والے تمام فوائد حاصل کرنے کے لیے ہمیں اپنی بہترین کوششیں بروے کار لانی پڑتی ہیں۔

زندگی کی بہت سی چیزیں ہمیں کوشش اور جدوجہد کے بغیر نہیں مل پاتیں۔ ہمیں صرف وہی نصیب ہوتا ہے جس کے لیے ہم جدوجہد اور کوشش کریں:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ۝ (البلد ۹۰: ۴) ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ (النجم ۵۳: ۳۹) اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے مگر وہ جس کی اُس نے سعی کی۔

زمین موجود ہے، پانی فراہم ہے، بیج میسر ہے، مگر مٹی بیج کو اناج میں اُس وقت تک تبدیل نہیں کرے گی جب تک ہم اس کی کھدائی نہ کریں، ہل نہ چلائیں، بیج نہ بوئیں، پودوں پر آب پاشی نہ کریں، اُن کی حفاظت نہ کریں اور فصل کاشت نہ کریں۔ اللہ کی بے شمار نعمتیں، جن کی ہمارے گرداگرد ریل پیل ہے، اپنے خزانوں کے منہ ہم پر اُس وقت تک نہیں کھولیں گی جب تک ہم محنت نہ کریں اور اپنا پسینہ نہ بہائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر قیمتی خزانے کے حصول کی خواہش ہو اُسی قدر زیادہ محنت اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلام اور قربانی

ایسا نہیں ہے کہ اسلام اللہ کی بہت سی نعمتوں میں سے محض ایک نعمت ہو۔ یہ اللہ کی منتخب ترین نعمت ہے (المائدہ ۵: ۳)۔ اس دُنیا میں اپنی زندگی گزارنے کے لیے اللہ نے ہمیں جن بے شمار انعامات و اکرامات سے نوازا ہے، ان میں سے عظیم ترین اور اہم ترین انعام یہ ہے کہ اُس نے ہمیں زندگی کے حقیقی معنی و مقصد سے آگاہ کر دیا ہے۔ یہ معنی اور مقصد یہ ہے کہ ہم اُسی کی

خاطر جییں، اُسی کی رضا کے حصول کی کوشش کریں، یہاں تک کہ اُسی کی راہ میں موت آجائے۔ جانوروں کی سی زندگی گزارنے کے بجاے کہ پیدا ہوں، کھائیں پییں، تولید و تناسُل کریں اور مرجائیں، ہم کو بامقصد زندگی گزارنی ہے۔ یوں زندگی ایک عارضی اور ناپایدار چیزاور موت کے ساتھ ہی ختم ہو جانے والے تاریخ کے ایک تیز قدم لمحے کی حیثیت سے بلند ہوکرایک ابدی شے بن جاتی ہے۔ ہمارا مقصدِ وجود یہ نہیں ہے کہ جو نعمتیں اور جو عہدے اور مراتب اس دُنیا میں بکھرے ہوئے ہیں، ہم محض اُنھی کو سمیٹنے کی تمنا اور اُنھی کے حصول میں جتے رہیں۔ اس کے بجاے ہمارے سامنے یہ رستہ کھلا ہوا ہے کہ ہم اس دُنیا کے مال ومتاع کو اگلی دُنیا کے کبھی نہ ختم ہونے والے فوائد میں بدل لیں، کبھی یہ مال ومتاع حاصل کر کے اور شکرگزاری کے ساتھ اس سے لطف اندوز ہوکر اور کبھی اس مال ومتاع سے دست بردار ہوکر۔

اگر اس دُنیا کی عام اشیا بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوسکتیں تو زندگی میں مقصدیت اور معنویت پیدا کرنے کے لیے، جو اسلام ہے، یقیناً انتہائی جدوجہد کی ضرورت ہوگی۔ اس جدوجہد اور قربانی کی نوعیت اور درجہ لازماً اُس نصب العین کی قدر و قیمت اور معیار کے مساوی ہونا چاہیے، جسے ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اور کون سا نصب العین ہماری زندگی میں زیادہ قابلِ قدر، زیادہ ناگزیر، زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہوسکتا ہے، بجز اس کے کہ پورے انسان کو، اُس کی اندرونی شخصیت کو، اُس کے ماحول کو، اُس کے معاشرے کو، غرض پوری دُنیا کو اللہ کی طرف بلایا جائے۔ سخت محنت کے بغیر محض تمنا، آرزو، تقریر، دعووں اور بیانات سے ہم کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ ہم اُس منزل پر جا پہنچیں گے جو ہم نے اپنے لیے متعین کی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی روز کی روٹی محنت کیے بغیر نہیں کما سکتا تو کیا اللہ اپنی عظیم ترین نعمت، اِس دُنیا کی کامیابی اور اُس دُنیا کی کامیابی ہمیں یوں ہی عطا فرما دے گا؟ جب تک ہم یہ ثابت نہ کر دیں کہ ہم جس عقیدے کا اعلان کرتے ہیں اُس کی جڑیں ہمارے دلوں کی گہرائیوں میں پیوست ہیں، ہم اپنے دعویٰ وفا میں سچے ہیں اور ہم سے جو قربانی طلب کی جائے گی ہم پیش کر دیں گے۔

قرآن کا فرمان ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (اٰل عمرٰن ۳: ۱۴۲) کیا تُم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے حالاں کہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تُم میں کون وہ لوگ ہیں جو اُس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اُس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○ (البقرہ ۲: ۲۱۴) پھر کیا تُم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت کا داخلہ تمھیں مل جائے گا، حالاں کہ ابھی تُم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے، جو تُم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ اُن پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے، حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اُس کے ساتھی اہلِ ایمان چیخ اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ (اُس وقت اُنھیں تسلی دی گئی کہ) ہاں اللہ کی مدد قریب ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ○ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ (العنکبوت ۲۹: ۳-۴) کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ''ہم ایمان لائے'' اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالاں کہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمایش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہماری کوششیں اور ہماری قربانیاں کسی بھی لحاظ سے اللہ کی اُن نعمتوں کے ہم پلہ ہیں جو اللہ نے ہمیں دی ہیں۔ ہر چند کہ ہم اپنی ذاتی محنت سے زمین سے غذا حاصل کرتے ہیں، پھر بھی یہ نعمت اس قدر انمول ہے کہ کسان جو محنت کرتا ہے وہ اُن لامحدود فوائد کے مساوی نہیں قرار دی جا سکتی جو ہمیں حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے راستے میں جدوجہد کرتے ہوئے ہم سے جو قربانیاں طلب کی جاتی ہیں وہ اُن فوائد کی ہم وزن نہیں

ہوسکتیں جو ہم ذاتی طور پر حاصل کرتے ہیں یا جو اُمتِ مسلمہ اجتماعی طور پر حاصل کرتی ہے اور جو بنی نوعِ انسان کو مجموعی طور پر ملتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں اپنی انسانی بساط کے مطابق یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم نہ صرف اپنے نصب العین پر پختہ ایمان رکھتے ہیں بلکہ جس چیز کو ہم اپنی محبوب ترین شے قرار دینے کے دعوے دار ہیں اُس کے لیے جدوجہد کرنے اور اپنی پسندیدہ چیزوں کی قربانیاں دینے کو بھی تیار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں تقریباً تواتر کے ساتھ ایمان کا ذکر عملِ صالح، ہجرت اور جہاد کے ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ٥ (الحجرات ۴۹: ۱۵)

حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے پھر اُنھوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی لوگ سچے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بھی مختصراً ذکر کیا جا چکا ہے کہ جدوجہد دو سطحوں پر ہوتی ہے۔ ذاتی سطح پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ فرد اپنے آپ کو اللہ کا مطیع و فرماں بردار بنالے اور اس طرح دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ کو محبوب رکھے: ''ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں''۔ (البقرہ ۲: ۱۶۵)۔ بہ الفاظ دیگر ایمان یہ کہتا ہے کہ دُنیا کی کوئی چیز اتنی قیمتی اور اتنی قابلِ قدر نہیں کہ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے قربان نہ کی جاسکے۔

اجتماعی سطح پر کی جانے والی جدوجہد اور اس کے نتیجے میں دی جانے والی قربانیاں پوری دُنیا کو ایک اللہ کا مطیع و فرماں بردار بننے کی دعوت دینے کے لیے ہوتی ہیں۔ قرآن اکثر اس جدوجہد کو جہاد سے تعبیر کرتا ہے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ تمام جھوٹے خداؤں کو معزول کر دیا جائے اور ظلم و جبر، بگاڑ اور بدی کی تمام طاقتوں کے سامنے ڈٹ جایا جائے۔ جہاد، اللہ سے بغاوت کرنے والی تمام طاقتوں پر غلبہ پانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے اپنے نفس پر غلبہ پانے سے بہت مختلف نوعیت اور مختلف درجے کی قربانیاں درکار ہوتی ہیں۔ (جاری)